

اس کے پاس ”عراق“ کا ملک ہے جو اپنی بہادری، سخت جانی، شجاعت، عزم اور پٹرول کے ذخیروں کی وجہ سے مشہور ہے۔

یہاں جزیرہ عرب ہے جو اپنے روحانی مرکز، دینی اثر میں سب سے منفرد ہے، جس کے حج کے سالانہ اجتماع کی نظیر دنیا میں نہیں۔ جہاں تیل کے پٹھے سب سے زیادہ تیل پیدا کرتے ہیں۔

یہ سب چیزیں ہیں جنہوں نے عالم عربی کو اہل مغرب کی نظر کا مرکز، ان کی خواہشات کی آماجگاہ اور قیادت و لیڈر شپ کے لیے مقابلہ کا میدان بنا دیا اور جس کا رد عمل یہ ہوا کہ ان ملکوں میں عربی قومیت اور وطن پرستی کا شدید احساس پیدا ہو گیا ہے۔

محمد رسول اللہ عالم عرب کے روح ہیں | ایک مسلمان، عالم عربی کو جس نظر سے دیکھتا ہے اُس میں اور ایک یورپین کی نظر میں زمین آسمان کا فرق ہے، بلکہ خود ایک وطن پرست عرب، عالم عربی کو جس نگاہ سے دیکھتا ہے وہ ایک مسلمان کی نگاہ سے بالکل مختلف ہے۔

مسلمان عالم عربی کو اس حیثیت سے دیکھتا ہے کہ وہ اسلام کا گہوارہ ہے، انسانیت کی پناہ گاہ ہے، عالمی قیادت کا مرکز ہے، روشنی کا مینار ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم عالم عربی کی جان، اس کے عزت و افتخار کا عنوان اور اس کا سنگ بنیاد ہیں۔ اگر اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جدا کر دیا جائے تو اپنے تمام قوت کے ذخیروں اور دولت کے چشموں کے باوجود اس کی حیثیت ایک بے جان لاشہ اور ایک نقش بے رنگ سے زیادہ نہ ہوگی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات ہے جس کی وجہ سے عالم عربی عالم وجود میں آیا۔ اس سے پہلے یہ دنیا منقسم اور منتشر اکائیوں، باہم دست و گریباں قبیلوں، غلام قوموں اور بے مصرف صلاحیتوں کا دوسرا نام تھی، اس پر جہل و گمراہی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ عرب رومی شہنشاہی سے جنگ مول لینے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے، اس کا تصور کرنا بھی ان کے لیے مشکل تھا۔ شام جو بعد میں عالم عربی کا بہت اہم حصہ قرار پایا ایک رومی نو آبادی تھی جو مطلق العنان حکومت اور سخت ترین ڈکٹیٹر شپ کے رحم و کرم پر تھی، اس نے ابھی تک آزادی و انصاف کا مفہوم ہی نہیں سمجھا سکا۔

عراق کیانی حکومت کی اغراض و خواہشات کا شکار تھا، نئے نئے محاصل اور بھاری ٹیکسوں کی وجہ سے اس کی کمر جھک گئی تھی۔ رومی مصر کے ساتھ ایک گائے کا سا بڑاؤ کرتے تھے جس کو دوہنے اور فائدہ اٹھانے میں وہ کمی نہ کرتے لیکن چارہ دیتے وقت حق تلفی اور منجمل سے کام لیتے۔ پھر وہاں سیاسی استبداد کے ساتھ مذہبی استبداد کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ دفعتاً اس متفرق منتشر مظلوم دنیا پر اسلام کی باد بھاری کا ایک جھونکا چلا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس وقت یہ عربی دنیا ہلاکت کے قریب تک پہنچ چکی تھی، آپ نے اس کی دستگیری فرمائی، اس کی

بہنیں ڈوب رہی تھیں، آپ نے اس کو زندگی بخشی، نئی روشنی عطا کی، کتاب و حکمت کی تعلیم دی، تزکیہ کا سبق پڑھایا، آپ کی بعثت کے بعد اس دنیا کی نوعیت بدل گئی، اب وہ اسلام کی سفیر تھی، امن و سلامتی کی پیامبر تھی، تہذیب و تمدن کی علمبردار تھی، قوموں کے لیے رحمت کا پیغام تھی۔ اب ہم شام کا نام بھی لے سکتے ہیں، عراق کا ذکر بھی کر سکتے ہیں، ہم مصر پر بھی فخر کر سکتے ہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت نہ ہوتی تو آج نہ شام کا کہیں پتہ ہوتا نہ عراق کا کہیں ذکر ملتا نہ مصر کا وجود ہوتا اور عالم عربی، عالم عربی ہی نہ ہوتا اور یہیں تک نہیں، دنیا بھی تمدن و شائستگی، علم و فن، تہذیب و ترقی کی اس سطح پر نہ ہوتی۔ اب اگر عرب قوموں اور حکومتوں میں کوئی دین اسلام سے مستغنی ہونا چاہتا ہے اور اپنا رخ مغرب کی طرف پھیرتا ہے یا عرب کے عہد قدیم کی طرف حریصانہ نظر ڈالتا ہے یا اپنے نظام زندگی اور سیاست و حکومت میں مغربی دستور اور مغربی قوانین کی پیروی کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قائد، امام رہبر اور اسوہ و معیار نہیں سمجھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی نعمت کو فوراً واپس کر دے اور اپنے پہلے دور یا ہلیت کی طرف واپس چلا جائے، جہاں رویوں اور ایرانیوں کا سکھ چلتا تھا، جہاں ظلم و استبداد کا بازار گرم تھا، جہاں سامراج کی فرمانروائی تھی، جہاں جہل و گمراہی تھی، جہاں غفلت اور بیکاری تھی، جہاں دنیا سے الگ تھک گنہگار کے گوشہ میں ایک مجہول زندگی گزاری جا رہی تھی، اس لیے کہ یہ شاندار اور روشن تاریخ، یہ تابناک تہذیب، یہ بازار ادب، یہ عربی سلطنتیں اور حکومتیں صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بعثت کا فیض اور آپ کی آمد کا نتیجہ ہیں۔

ایمان، عالم عربی کے طاقت ہے | اسلام عالم عربی کی قومیت ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے امام اور قائد ہیں۔ ایمان اس کی قوت کا خزانہ ہے جس کے بھروسہ پر اس نے دوسری قوموں کا مقابلہ کیا اور فتیاب ہوا، اس کی طاقت کا راز اور اس کا کارگر ہتھیار جوکل تھا وہی آج ہے جس کے ساتھ وہ دشمنوں سے جنگ کر سکتا ہے، اپنی ہستی کی حفاظت کر سکتا ہے اور دوسروں تک اپنا پیغام پہنچا سکتا ہے۔

عالم عربی کو اگر کمیونزم یا یہودیت سے جنگ کرنا ہے یا کسی دوسرے دشمن کا مقابلہ کرنا ہے تو اس دولت کے بل بوتے پر جنگ نہیں کر سکتا جو برطانیہ اس کو عطا کرتا ہے یا امریکہ اس کو خیرات دیتا ہے یا پٹرول کی قیمت کے طور اس کو حاصل ہوتی ہے، وہ اپنے دشمن کا مقابلہ صرف اس ایمان بمعنوی قوت، اس روح اور اسپرٹ کے ساتھ کر سکتا ہے جس اسپرٹ کے ساتھ کبھی اس نے بیک وقت رومی و ایرانی حکومتوں کو جنگ کی دعوت دی تھی اور فتح حاصل کی تھی۔ وہ اس دل کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتا جس کو زندگی سے عشق اور موت سے نفرت ہو، اس جسم سے مقابلہ نہیں کر سکتا جو عیش و عشرت کا دلدادہ ہو، اس عقل کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا جس کو شک و شبہ کا گھن لگ چکا ہو اور افکار و خواہشات باہم دست و گریباں ہوں، اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ ضعیف الایمان اور تشکک قلب اور میدان میں ساتھ چھوڑ دینے والی قوت کے ساتھ میدان جنگ کبھی نہیں جیتا جاسکتا۔

عرب کے قائدین اور عرب لیگ کے ذمہ داروں کے لیے سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ عربی فوج، کسانوں، تاجروں اور جمہور کے ہر طبقہ میں ایمان کی تخم ریزی کریں۔ ان میں جہاد کا جذبہ، جنت کا شوق اور ظاہری آرائشوں کی تحقیر و اہانت کا احساس پیدا کریں، ان کو خواہشات نفس اور زندگی کی مرغوبات پر قابو حاصل کرنے، اخلاک کے راستہ میں مصائب اور تکلیفیں برداشت کرنے، مسکراتے چہروں کے ساتھ موت کے استقبال اور اس پر پروانوں کی طرح گرنے کا سبق دیں۔

شہسواری اور فوجی | یہ ایک تکلیف دہ حقیقت ہے کہ عربی اقوام نے اپنی بہت سی فوجی خصوصیات زندگی کے اہمیت کو ضائع کر دیا، خاص طور پر شہسواری ان کی زندگی سے بالکل خارج ہو گئی، جو ایک بہت بڑا نقصان اور میدان جنگ میں ہزیمت اور کمزوری کا بہت اہم سبب ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان قوموں کی فوجی اسپرٹ جو ان کا طغرائے امتیاز تھی ختم ہو گئی، جسم کمزور ہو گئے، لوگ ناز و نعم میں زندگی گزارتے لگے، موٹروں نے گھوڑوں کی جگہ لے لی اور قریب ہے کہ عربی گھوڑے جن کی دنیا میں دھوم ہے جزیرہ عرب سے نیست و نابود ہو جائیں گی۔ لوگوں نے کشتی، شہسواری، جنگی مشقوں اور دوسری جسمانی ورزشوں کو فراموش کر دیا اور ان کھیلوں کو اختیار کیا جن کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے تعلیم و تربیت کے رہنماؤں کے لیے ضروری ہے کہ عرب نوجوانوں میں شہسواری، فوجی زندگی، سادگی، استقلال، عزیمت اور مصائب پر صبر و استقامت کی اہلیت پیدا کریں۔

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عجی ممالک میں اپنے عرب عمال کو لکھتے ہیں :-

ایاکم و التمتع و ذی العجم
و علیکم بالشمس فانہا
حمام العرب و تمعد و واخشا
شنوا و اخلر لقوا و اعطوا لراکب
استنہا و انزوا نزوا و ارموا لاغراض
(بلغوی)

نن آسانی و راحت طلبی کی زندگی اور عجی باسوں سے
ہمیشہ دور دور رہنا، دھوپ میں بیٹھنے اور چلنے کی عادت
برقرار رکھنا کہ وہ عربوں کا حمام ہے، جفاکشی، سادہ زندگی
صبر و تحمل، موٹے جھوٹے پہننے کے عادی رہو، گھوڑے
پر بست لگا کر بے تکلف بیٹھنے کی مشق رہتی چاہیے،
نشانے درست ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

ارموا بنی اسمعیل فان اباکم کان
رامیا۔ (بخاری)

ایک جگہ ارشاد ہے :-

الا ان القوة الرمی، الا ان القوة

یاد رکھو جس قوت کے تیار رکھنے کی قرآن مجید میں تاکید

الرحی - (مسلم) ہے وہ تیر اندازی ہے، وہ تیر اندازی ہے۔
 تعلیم و تربیت کے ذمہ داروں کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ہر ایسی چیز کا مقابلہ کریں جو مردانگی و شجاعت کی رُوح کو کمزور کر رہی ہو اور عجز و مخنت پیدا کرتی ہو، عریاں صحافت نگاری، تش اور محادب کی روک تھام کریں جو نوجوانوں میں نفاق، بے حیائی، فسق و فجور اور شہوت پرستی کی تبلیغ کر رہا ہو۔ ان پیشہ وروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوجی کیمپ میں نہ داخل ہونے دیں جو نسل اسلامی کے قلب و اخلاق میں فساد برپا کرنا چاہتے اور فسق و معصیت اور فحش پسندی کو چند حقیر بیسوں کے لیے خوبصورت اور مزین بنا کر پیش کرتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کسی قوم میں مردانگی اور غیرت انسانی کو زوال ہوا، عورتوں نے اپنی نسائیت اور فطرتِ مادری کے خلاف بغاوت کی اور آزادی و بے حجابی کی راہ اختیار کی، ہر چیز میں مردوں کی مسابقت کی کوشش کی، خانگی زندگی سے نفرت و غفلت بڑھی اور ضبطِ تولید کی رغبت پیدا ہوئی، اس کا ستارہ اقبال ہوا اور رفتہ رفتہ اس کے نشانات بھی مٹ گئے۔ یونانی، رومی اور ایرانی اقوام کا انجام یہی ہوا اور یورپ بھی آج اسی راہ پر گامزن ہے جو اس انجام تک لے جاتی ہے۔ عالم عربی کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کا انجام بھی ایسا نہ ہو؟

طبقاتی تفاوت اور عربوں کو مغربی تہذیب کے اثر سے اور بہت سے دوسرے اسباب کی بنا پر عیش و اسراف کا مفت بلہ عشرت، غیر ضروری لوازم زندگی کے شدید اہتمام، اسراف، لذت و خواہش اور فخر و آرائش کے لیے فضول خرچی کی عادت پڑ چکی ہے۔ اس عیش و تنعم اور بیدادی کے ساتھ خرچ کے پہلو بہ پہلو فقر و فاقہ اور عریانی بھی موجود ہے۔ جب ایک شخص بڑے بڑے عرب شہروں پر نظر ڈالتا ہے تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھرتے ہیں اور سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ ایک طرف وہ آدمی ہے جس کو اپنی ضرورت سے زائد غذا، لباس کا مصرف نظر نہیں آتا، دوسری طرف اس کی نگاہ ایسے بدوی پر پڑتی ہے جس کو ایک روز کا کھانا اور مترپوشی کے لیے کپڑا بھی نصیب نہیں جبکہ عرب کے اُمراء و اصحابِ ثروت ہوا سے باتیں کرنے والی موٹروں پر سرگرم سفر ہوتے ہیں، اُسی وقت چیتھڑوں میں پلٹے ہوئے بچوں اور بیچوں کی ایک فوج سامنے آتی ہے جن کا لباس تار تار ہوتا ہے جو ایک پیسہ کے لیے ان کی موٹروں کے ساتھ دوڑنے لگتی ہے۔

جب تک عرب ملکوں میں فلک بوس محلوں، بہترین کاروں کے ساتھ ساتھ حقیر جھونپڑیاں اور تنگ و تاریک مکانات نظر آئیں گے، جب تک نیمہ وفاقہ ایک شہر میں شباب پر ہوگا اُس وقت تک کمیونزم کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں، ہنگامے، جھگڑے ہونا لازمی ہیں، کوئی پروپیگنڈا اور طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔ وہاں اگر اسلامی نظام اپنے جمال و اعتدال کے ساتھ قائم نہیں ہوگا تو تعزیرِ خداوندی کے طور پر اور ردِ عمل کے طریقہ پر اس کی جگہ ایک ظالم و جاہل نظام کا قائم ہونا ضروری ہے۔

تجارت اور مالی نظام | عالم اسلامی کی طرح عالم عربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تجارت، مالیات،
میں خود مختاری | صنعت و حرفت اور تعلیم میں پورے طور پر آزاد اور خود کفیل ہو، وہاں کے رہنے
و اے انہیں چیزوں کا استعمال کریں جو ان کی زمین کی پیداوار اور ان کی صنعت و محنت کا نتیجہ ہوں، زندگی کے ہر
شعبہ میں وہ مغرب سے مستغنی ہوں۔ اپنی تمام ضروریات، مصنوعات، غذا، لباس، ہتھیار، مشینیں، آلات حرب کسی
چیز میں وہ غیر کے دست نگر اور مغرب کے پروردہ رحمت اور نمک خوار نہ ہوں۔

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ عالم عربی اگر بعض ناگزیر حالات کی بنا پر مغرب سے جنگ کرنا چاہے تو وہ
اس لیے جنگ نہیں کر سکتا کہ وہ اس کا مقروض اور اس کی امداد کا محتاج ہے۔ جس قلم سے وہ مغرب کے ساتھ معاہدہ
پر دستخط کرتا ہے وہ قلم بھی مغرب ہی کا بنا ہوا ہے، اگر وہ مقابلہ کرتا ہے تو میدان جنگ میں اُسی گولی کو استعمال
کرتا ہے جو مغرب کے کارخانہ کی تیار شدہ ہے۔ عالم عربی کے لیے یہ ایک بڑی ٹریجڈی ہے کہ وہ اپنے دولت
کے ذخیروں اور قوت کے سرچشموں سے خود فائدہ نہ اٹھا سکے، زندگی کا خون اس کو فائدہ پہنچانے کے بجائے
اُسی کی رگوں سے دوسروں کے جسم میں پہنچتا ہو، اس کی فوجوں کی ٹریننگ مغرب کے ایجنٹ اور فوجی افسران کے
ہاتھ میں ہو اور حکومت کے دوسرے شعبے بھی انہیں کے سپرد ہوں۔ عالم عربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ضروریات کا خود کفیل
ہو، تجارت و مالیات کی تنظیم، درآمد و برآمد، قومی صنعت، فوج کی ٹریننگ اور شیمنوں اور آلات حرب کی تیاری پر اس کا مکمل قبضہ
ہو۔ ایسے اشخاص کی تربیت کی جائے جو حکومت کی ذمہ داریوں کو سنبھال سکیں اور سرکاری فرائض پوری واقفیت، فنی مہارت،
دیانت اور خیر خواہی کے ساتھ انجام دیں۔

انسانیت کے سعادت کیلئے | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اُس وقت ہوئی جب کہ انسانیت کی ثقافت و
عربوں کے ذاتی قربانی | بد بختی انتہائی حد کو پہنچ چکی تھی۔ اُس وقت انسانیت کی اصلاح کا مسئلہ ان افراد
کی دسترس سے باہر تھا جن کی زندگی ناز و نعمت میں بسر ہو رہی تھی اور جو محنت و مشقت کے برداشت کرنے اور مالی و باطنی
انقصانات کو جھیلنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے اور جن کے لیے ہمہ وقت عیش و نشاط کا سامان موجود تھا۔ اُس وقت
انسانیت کو ایسے افراد درکار تھے جو انسانیت کی خدمت میں اپنے مستقبل کو قربان کر سکتے تھے اور منافع سے دستبردار
ہو کر اپنے جان و مال، عیش و آرام اور اپنے تمام دنیاوی مفاد کو خطرات و مشکلات کے مقابلہ میں پیش کر سکتے تھے،
ان کو اپنے پیٹھ و تجارت کی کساد بازاری اور کسی طرح کے مالی نقصان و خطرات کی پرواہ نہ تھی، جن کو اپنے آباؤ اجداد اپنے
اپنے دوستوں اور قریبیمندوں کی قائم کی ہوئی امیدوں پر پانی پھیر دینے میں تامل نہ تھا۔ صالح علیہ السلام کی قوم نے
جو کہ ان سے کہا تھا وہی ان تعلق والوں کی زبان پر بھی جاری ہوتا۔

اے صالح اتم سے تو ہماری بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔

قَاتِلِ يٰمُحَمَّدُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَلِيلًا هَذَا

جب تک دنیا میں ایسے مجاہد تیار نہ ہوں اُس وقت تک انسانیت کا بقا، استحکام اور کسی اہم دعوت کا کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ یہ کردار رکھنے والے گنتی کے چند افراد جو دنیا کی اصلاح میں محروم اور کوتاہ قسمت سمجھے جاتے ہیں انہیں کی بند بستی اور جذبہ قربانی پر انسانیت کی فلاح و کامرانی اور عیش و شادمانی کا دار و مدار ہے۔ وہ چند افراد جو اپنی جان کو مصائب میں ڈال کر ہزاروں بندگانِ خدا کے ابدی مصائب سے بچنے کا سبب بنتے ہیں اور دنیا کے ایک بڑے گردہ کو شمر سے خیر کی طرف لاتے ہیں۔ اگر چند افراد کی محرومی و ہلاکت ایک پوری ملت کے لیے خوشحالی اور سرفرازی کا باعث ہو، اور اگر کچھ مال دزر اور تجارت و حرفت کے نقصان اور گھائے سے بے شمار اور اور التعداد انسانوں کے لیے دینی و دنیوی فلاح کا دروازہ کھلتا ہو تو یہ سودا ہر طرح سستا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو وہ جانتا تھا کہ روم و فارس اور دنیا کی متمددن قوب میں جن کے ہاتھ میں اس وقت عالم کی باگ ڈور ہے ہرگز اپنے عیش و نشاط کو نہیں چھوڑ سکتیں، وہ اپنی ناز پروردہ زندگی کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتیں، وہ بے یار و مددگار انسانیت کی خدمت، دعوت و جہاد کے لیے مصائب و آلام کے برداشت کرنے کی قوت نہیں رکھتیں، اُن کے اندر اتنی استطاعت ہرگز نہیں کہ اپنی پرتکلف زندگی اور زیب و زینت کا ایک معمولی سا مجز بھی قربان کریں۔ ان میں ایسے لوگ بالکل مفقود تھے جو اپنی خواہشات پر قابو رکھتے ہوں، اپنی حرص و طمع کو روک سکیں، اور جو تمدن کے لوازم اور فیشن کی پابندی سے بے نیاز ہو کر واجبی گزران پر اکتفا کر سکیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے پیغام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے ایسی قوم کا انتخاب فرمایا جو دعوت و جہاد کے بوجھ کو اٹھا سکتی تھی اور ایثار و قربانی کے جذبے سے بھرپور تھی۔ یہ وہی عربی قوم تھی جو طاقتور، سادہ منش اور جفاکش تھی، جس پر مصنوعی تمدن کا کوئی وار کا گرنہ ہوا اور دنیا کی رنگینیوں کا کوئی جادو نہ چل سکا، یہی لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جو دل کے غمی، علم سے بھرپور اور تکلفات کو سوں دور تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان دعوت کو لے کر اٹھے اور آپ نے جدوجہد و جانفشانی کا حق پوری طرح ادا کر دیا، اس دعوت کو ہر اس چیز پر ترجیح دی جو آپ کے لیے رکاوٹ کا سبب بن سکتی تھی، آپ خواہشات سے بالکل کنارہ کش تھے، دنیا کی دلفریبیوں کا آپ پر کوئی جادو نہ چل سکا، یہی وہ چیز تھی جو دنیا کے لیے اُسوۂ حسنہ اور راہنما بنی۔

جب قریش کے ذہن نے آپ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی اور آپ کے لیے وہ تمام چیزیں پیش کیں جو ایک نوجوان کے دل کو فریفتہ اور نفسیات رکھنے والے انسان کو خوش کر سکتی تھیں۔ مثلاً حکومت و ریاست، عیش و عشرت، دولت و ثروت، تو آپ نے ان تمام چیزوں کو بے تامل ٹھکرا دیا۔ اسی طرح جب آپ کے چچائے گفتگو کی اور چاہا کہ

آپ کو اس دعوت کے پھیلائے اور اس میں صفحہ لینے سے روک دیں، تو آپ نے صاف صاف فرمادیا کہ: اُسے چچا! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دلہنے ہاتھ میں سورج اور میرے بائیں ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں جب بھی میں اس کام سے باز نہیں آسکتا اور اُس وقت تک کوشش کرتا رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس دعوت کو غالب نہ کر دے یا میں خود اس سلسلہ میں کام نہ آجاؤں۔ یہی جدوجہد اور قربانی، دنیا کی نفع اندوز ذہنیت سے بے تعلقی اور پُرسرت زندگی کے مقابلہ میں تسکین و مشقت کی زندگی کی ترجیح اہل دعوت کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک نمونہ اور اُسوہ بن گیا۔ آپ نے اس سلسلہ میں اپنے اوپر تمام عیش و آرام اور راحت و آسائش کے دروازے بند کر لیے۔ خود اپنے ہی اوپر نہیں بلکہ اپنے پورے خاندان، اہل بیت اور تمام عزیزوں کو بھی عیش و عشرت کے مواقع سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیا۔ وہی لوگ جو آپ سے زیادہ قریب و عزیز تھے زندگی کے عیش و راحت میں انہیں کا حق سب سے کم تھا اور وہ قریبانی میں وہ سب سے آگے رکھے گئے تھے۔ جب آپ کسی چیز کی حرمت کا ارادہ کرتے تو اس کی ابتدا اپنے قبیلہ اور اپنے ہی لوگوں سے کرتے، اور جب کسی حق کی باری آتی یا کوئی نفع پہنچا نا ہوتا تو دور کے لوگوں سے شروع کرتے اور بسا اوقات آپ کے قرابت دار اور قبیلہ والے اس سے محروم ہی رہ جاتے۔

آپ نے جب سودی کاروبار ختم کرنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے کاروبار کو مٹایا اور ان کے تمام سودی منافع کو ختم کر دیا۔ اسی طرح جب جاہلیت کے انتقامات و مطالبات کو باطل کرنے اٹھے تو ربیعہ بن حارث ابن عبدالمطلب کے خون کو پہلے باطل کیا۔ اور جب آپ نے زکوٰۃ کا قانون جاری فرمایا، (جو درحقیقت ایک بہت بڑی مالی منفعت ہے اور تاقیامت باقی رہنے والی چیز ہے) تو آپ نے اپنے قبیلہ بنی ہاشم کے لیے اس کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا۔ فتح مکہ کے دن جب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ سے بنی ہاشم کے لیے سقایت زمزم کے ساتھ ساتھ خانہ کعبہ کی کلید برداری کا مطالبہ کیا تو آپ نے شدت سے انکار فرمایا، اور عثمان بن طلحہ کو بلا کر خانہ کعبہ کی کنجی اُن کے سامنے رکھ دی اور فرمایا کہ اے عثمان! دیکھو یہ تمہاری کنجی ہے تم اس کو بے آج احسان اور وفا کا دن ہے اور اب یہ تمہارے خاندان میں ہمیشہ رہے گی، کوئی اس کو تم سے نہیں لے سکتا، الا یہ کہ کوئی ظالم اس کی جرأت کرے۔ آپ نے ازواجِ مطہرات کو زہد و قناعت اور روکھی پیکر کی زندگی گزارنے کی ترغیب دی اور صاف صاف فرمایا کہ اگر تم فقر و فاقہ کی زندگی گزارنے کے لیے آمادہ ہو تو میری رفاقت اختیار کر سکتی ہو ورنہ ناز و نعمت و راحت کے ساتھ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتیں، اور اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھ کر سنایا:-

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی اور اس کی بہاریا ہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ متاع

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنِي

أَمْتَعَلْتُمْ سِرًّا حَاجِبًا لَكُمْ
وَأَنْ كُنْتُمْ تَرُدُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِ
الْآخِرَةُ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنِينَ مِنْكُمْ
أَجْرًا عَظِيمًا

دسے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں اور
اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت
کو، تو تم میں سے نیک کرداروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے
اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

لیکن اس انتخاب میں آپ کے گھردلوں نے اللہ اور رسول ہی کو اختیار کیا۔ اسی طرح حضرت فاطمہ الزہرا
رضی اللہ عنہا نے جب سنا کہ آپ کے پاس کچھ غلام و خادم آئے ہیں اور جب کہ ان کے ہاتھوں میں چکی چلانے سے
گٹے پڑ گئے تھے، آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں کہ یا رسول اللہ مجھے بھی ایک خادم عنایت فرما دیجئے
تاکہ میں کچھ آرام حاصل کر سکوں تو آپ نے ان کو تسبیح و تہجد کی وصیت فرمائی اور کہا کہ تمہارے لیے یہ چیز خادم سے
کہیں زیادہ بہتر ہے۔ یہی معاملہ آپ کا اپنے تمام قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ تھا اور ہو جتنا ہی
قریب ہوتا جانا اسی قدر اس کی ذمہ داری بڑھتی جاتی۔

مکہ کے لوگ جب ایمان لائے تو ان کی اقتصادی زندگی کا نظام درہم برہم ہو گیا، ان کی تجارت کساد بازاری کا
شکار ہو گئی اور بعض اپنے راس المال سے بھی محروم ہو گئے تھے جس کو انہوں نے اپنی زندگی میں جمع کیا تھا، ان میں
ایسے بھی ایمان لانے والے تھے جو راحت و آرام کے سامان اور آرائش و زینت کے اسباب بھی ختم کر چکے تھے
حالانکہ پہلے ان کی امتیازی شان یہی تھی کہ وہ زینت و آرائش کے دلدادہ تھے، اسی طرح اس دعوت کے پھیلانے
اور اس کی رکاوٹوں کو دور کرنے کے سلسلہ میں بہتوں کی تجارت برباد ہو گئی اور کتنے اپنے آبائی دولت کے حقوں
سے محروم ہو گئے۔

اسی طرح جب آپ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور انصار نے آپ کا ساتھ دیا تو اس کا اثر ان کے کھیتوں،
ان کے باغات پر پڑا، مگر بایں ہمہ جب انہوں نے اپنا کچھ تھوڑا سا وقت ان کی نگہداشت کے لیے چاہا تو اس
کی اجازت نہیں ملی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو تنبیہ کیا گیا۔ ارشاد ہوا:-
وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تَتْلُوا بآيِدِيكُمْ
إِلَى السَّمَاءِ

اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت
میں نہ ڈالو۔

یہی حال عرب اور ان تمام لوگوں کا ہوا جو اس دعوت سے متاثر اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔ چنانچہ جہاد کی
مشقت اور جان و مال کے خسارہ میں ان کا اتنا بڑا حصہ تھا جو دنیا کی کسی قوم کے حصہ میں نہیں آیا، اللہ تعالیٰ ان سے
مخاطب ہو کر فرماتا ہے:-

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَ

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور

اخوانکم وازواجکم وعشیرتکم و
اموالنا اقترفتموها وتجارة تخشون
کسادھا ومساکن ترضونها احب الیکم
من الله ورسوله وجهاد فی سبیلہ
فتربصوا حتی یأتی الله بامرہ واللہ لا
یہدی القوم الفسقین ۵
(سورۃ آیت ۷۷)

دوسری جگہ فرمایا :-

ماکان لاهل المدينۃ ومن حولہم
من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول
الله ولا یرغبوا بانفسہم عن نفسہ
رالتویۃ رکوع ۱۵۱

تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا گنبد اور
وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں
نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جس کو تم
پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اس
کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر
رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ
بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

مدینہ کے باشندوں کو اور ان اعرابوں کو جو اس کے
اطراف میں بستے ہیں لائق نہ تھا کہ اللہ کے رسول کا ساتھ
نہ دیں اور پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ بات لائق تھی کہ اس
کی جان کی پرواہ نہ کر کے محض اپنی جانوں کی فکر سے
پڑ جائیں۔

اس لیے کہ انسانی سعادت کی عمارت انہیں لوگوں کی قربانیوں کے ستونوں پر قائم ہونے والی تھی اور حالات
کی تبدیلی میں صرف اسی بات کا انتظار تھا کہ یہ مہاجرین و انصار اپنے کو مٹا کر انسانیت کی سرسبزی اور قوموں کے
ہدایت و فلاح کا فیصلہ حاصل کر لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَسَبُّكُمْ بِشَئٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصِ مِّنَ
الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ رالبقرہ ۱۵۵
اور دوسری جگہ ارشاد ہے :-

أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يَتْرُكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا
وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۵
کیا لوگ اتنا کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے
اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔

اگر عرب اس سرفرازی کو قبول کرنے سے ہچکچاتے اور انسانیت کی اس عظیم خدمت میں تردد سے کام لیتے تو
بدبختی اور عالم کے فساد کی مدت اور بڑھ جاتی اور جاہلیت کی تاریکی بدستور دنیا پر چھائی رہتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا :-

إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ
اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ پیدا ہوگا اور

وَقَدْ كُتِبَ لَهُ (الانفال - ع ۷۱) بڑی ہی خرابی پھیلے گی۔

چھٹی صدی عیسوی میں دنیا ایک دوراہہ پر کھڑی تھی۔ اس وقت دو ہی راستے تھے، یا تو عرب کے لوگ اپنے جان و مال، آل اولاد اور تمام محبوب چیزوں کو خطرہ میں ڈال کر آگے بڑھ جانے اور دنیا کی ترغیبات سے کنارہ کش ہو کر اجتماعی مصلحت کی راہ میں اپنا سارا سرمایہ قربان کر دیتے جب دنیا کو سعادت نصیب ہوتی اور انسانیت کی قسمت بدلتی، جنت کا شوق ابھرتا اور ایمان کی ہوائیں چلتیں، یا پھر وہ اپنی خواہشات و مرغوبات اور اپنی انفرادی لذت و عیش کو انسانیت کی سعادت و فلاح پر ترجیح دیتے تو ایسی صورت میں دنیا گمراہی و بدبختی کے دلدل میں بھنسی رہ جاتی اور غفلت و مدہوشی کے عالم میں پڑی رہتی، لیکن اللہ تعالیٰ کو انسانیت کی بھلائی منظور تھی اس لیے عربوں میں اُس نے ولولہ پیدا کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اندر ایمان و ایثار کی روح بھونک دی اور ان کو آخرت اور اس کے بے پایاں ثواب کی ترغیب دی تو انہوں نے اپنے آپ کو انسانیت پر قربان کرنے کے لیے پیش کر دیا اور اللہ کے ثواب اور نوع انسانی کی سعادت کی امید میں انہوں نے دنیا کے تمام عیش و آرام سے آنکھیں بند کر کے اپنے جان و مال کو اللہ کے راستے میں جھونک دیا اور ان تمام چیزوں کو بچ کر دیا جن پر لوگ عریضانہ نظریں اٹھانے ہیں، انہوں نے پورے خلوص اور صداقت کے ساتھ راہ خدا میں جانیں دیں اور محنتیں کیں تو اللہ نے اُن کو دنیا اور آخرت کے بہتر اجر سے نوازا۔ **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ** (اور اللہ محسنین سے محبت رکھتا ہے)

آج دنیا ہسٹ ہٹا کر پھر اسی نقطہ پر پہنچ گئی ہے جس پر وہ چھٹی صدی عیسوی میں تھی، یہ عالم پھر اسی دوراہہ پر نظر آ رہا ہے جس دوراہہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تھا، آج اس کی ضرورت ہے کہ عرب قوم جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق خاص ہے، میدان میں نکل آئے اور پھر دنیا کی قسمت بدلنے کے لیے جان کی بازی لگائے اور اپنی تمام آسائش و ثروت، دنیا کی نعمتوں، ترقی و خوشحالی کے امکانات اور اپنے سامانِ راحت کو خطرہ میں ڈال دے تاکہ دنیا اس مصیبت سے نجات پائے جس میں وہ مبتلا ہے اور زمین کا نقشہ بدل جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عرب بدستور اپنے حقیر اعراض اور ذاتی سر بلندی و ترقی، عہدہ و منصب، تنخواہوں کی بیشی، آمدنی کے اضافہ اور کاروبار کی ترقی کی فکر میں رہیں اور سامانِ عیش و اسبابِ راحت کی فراہمی میں مشغول رہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا اسی زہریلے تالاب میں غوطہ زن رہے گی جس میں وہ صدیوں سے ہلاک ہو رہی ہے۔ اگر اچھے اچھے ذہین عرب نوجوان بڑے بڑے شہروں میں خواہشات کے غلام بن کر بیٹھے رہیں، اور اگر ان کے زندگی کا محور صرف مادہ اور معدہ ہو اس کے علاوہ ان کی کوئی اور فکر نہ ہو، اور ان کی تمام جدوجہد صرف اپنی ذاتی زندگی اور اپنی مرقہ الحالی کے گرد چکر لگا رہی ہو تو ایسی صورت میں انسانی سعادت کا تصور بھی مشکل ہے۔ بعض جاہلی قوموں کے نوجوان ان سے زیادہ موصوفہ منہ تھے اور ان کا ذہن ان سے کہیں زیادہ بلند تھا، جبکہ انہوں نے

اپنے پسندیدہ مقاصد کی راہ میں اپنی تمام راحت و آرام اور اپنے مستقبل تک کو قربان کر دیا۔ جاہلی شاعر امرؤ القیس ان سے کہیں زیادہ باہمت تھا کہ کہتا ہے۔

ولوانتی اسعی لاد فی معیشتہ کفافی ولعرا طلب قلیلاً من المال
ولکنما اسعی لمجد مؤثّل وقد یدرک المجد المؤثّل امثالی
(ترجمہ) اگر میں کسی ادنیٰ زندگی کے لیے کوشش کرتا ہوتا تو مجھے تھوڑا سا مال بھی کافی ہوتا اور اس کے لیے ایسی جدوجہد کی ضرورت نہ ہوتی۔

لیکن میں تو ایسی عظمت کا طالب ہوں جس کی جڑیں مضبوط ہوں اور مجھ جیسے آدمی ہی ایسی عظمت کو حاصل کر لیتے ہیں۔

دنیا کی سعادت و کامرانی کی منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان نوجوان اپنی قربانیوں سے ایک پٹی تعمیر کریں، اس پٹی پر سے گذر کر دنیا بہتر زندگی کی منزل تک پہنچ سکتی ہے۔ زمین کھاد کی محتاج ہوتی ہے لیکن انسانیت کی زمین کی کھاد جس سے اسلام کی کھیتی برک و بار لاتی ہے، وہ وہی انفرادی خواہش و ہوس ہے جس کو مسلم نوجوان اسلام کا بول بالا کرتے اور اللہ کی زمین میں امن و سلامتی پھیلانے کے لیے قربان کریں۔ آج انسانیت کی اقتادہ زمین کھاد مانگتی ہے۔ یہ کھاد راحت و آرام کے مواقع، انفرادی ترقی کے امکانات اور عیش کے اسباب ہیں جن کو مسلمان بالخصوص عرب اقوام قربان کر دینے کا ارادہ کر لیں۔ چند انسانی جانوں کی جدوجہد اور ان کی قربانیوں سے اگر انسانی گلہ آگ کی راہ سے نکل کر حقیقت کی راہ پر لگ جاتا ہے تو یہ بڑا سستا سودا ہے۔ اس لیے کہ جو نعمت حاصل ہوگی وہ بہت ہی جنس گراں مایہ ہے اور اس کے لیے جو کچھ قربان کرنا پڑے وہ اس کے مقابلہ میں بہت ہی معمولی اور ارزاں ہے۔

اے دلے تمام نفع ہے سودائے عشق سے

اک بانے کا زیارے ہے سو ایسا زیارے نہیں

عالم اسلامی کے توقع عالم عربی سے | عالم عربی اپنی خصوصیات، محل وقوع اور اپنی سیاسی اہمیت کی بنا پر اسلام کی دعوت کی ذمہ داری اٹھانے کا حقدار ہے، وہ یہ کر سکتا ہے کہ عالم اسلامی کی قیادت کا بیڑا اٹھائے، محل تیاری کے بعد یورپ سے آنکھیں ملا سکے اور اپنے ایمان، دعوت کی طاقت اور خدا کی نصرت سے اس پر غالب ہائے اور دنیا کو شر سے خیر کی طرف اتھاہی و بربادی سے امن و سلامتی کی طرف لے آئے یا جس طرح مسلمانوں کے قاصد نے یزدگرد کی مجلس میں کہا تھا۔

”انسانوں کی پرستش سے نکال کر خدا کے واحد پرستش میں، دنیا کی شگ سے اس کی کشادگی میں

از خواب گراں غیر
 فریاد از افرنگ و دل آویزی افرنگ
 فریاد ز شیرینی و پرویزی افرنگ
 عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزی افرنگ
 معاصرِ حرم باز بہ تعبیر جہاں غیر
 از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں غیر
 از خواب گراں غیر

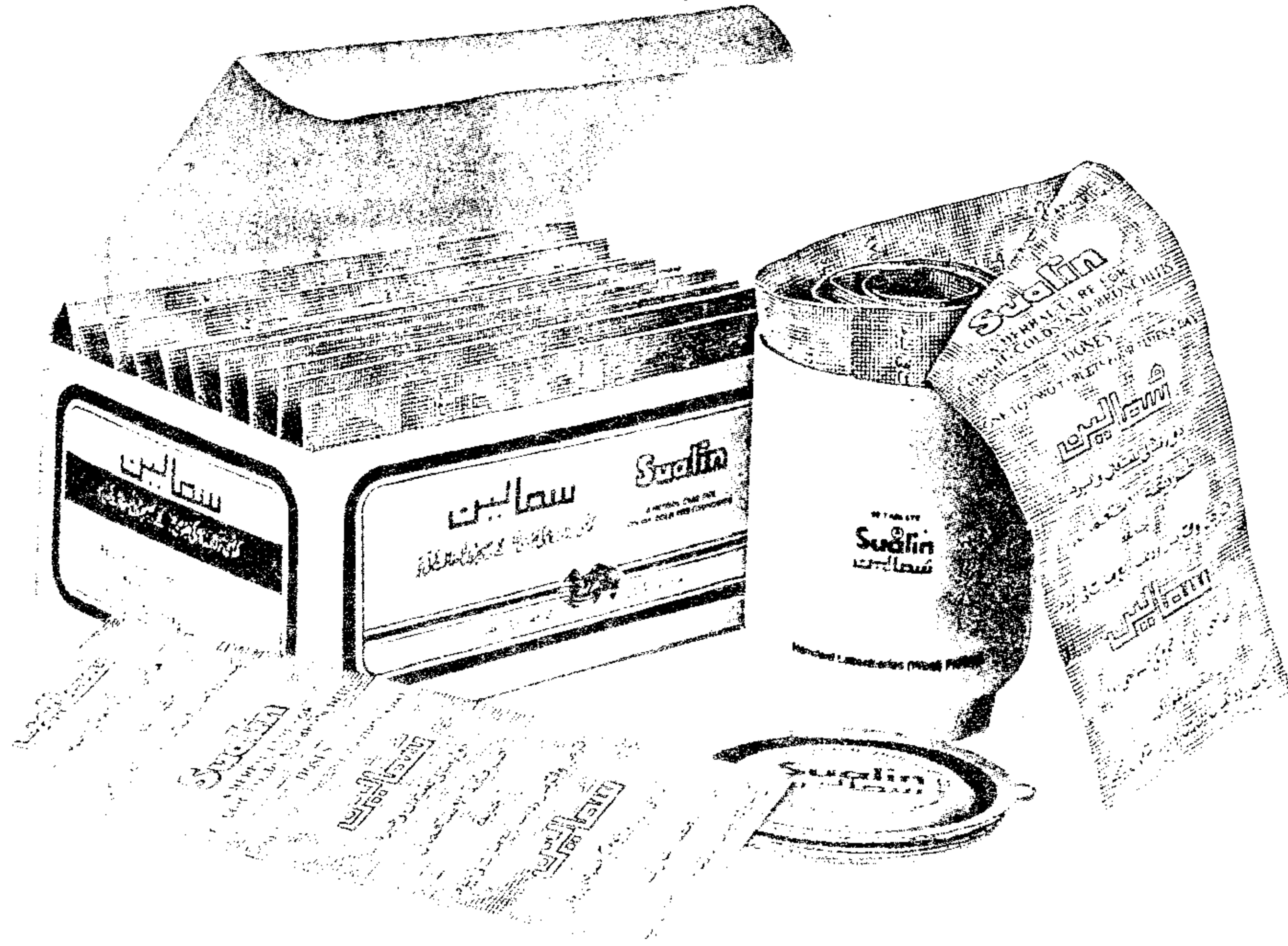
مؤخر المستشرقین کی عربی و اسلامی تاریخ پر مشتمل
 ایک نادر تصنیف ————— ایک مخلصہ ترجمہ

مؤخر المستشرقین دارالعلوم حقانیہ الہند مشک. صلیب شمار

اپنی پوری افادیت اور تاثیر کے ساتھ نزلہ زکام اور کھانسی کی مفید دوا

سعالین

۲۵۰ قرص کی اسٹینڈرڈ پیکنگ کے علاوہ پچاس ٹکیوں کا کارآمد خوشنما گلاس پیک بھی دستیاب ہے۔



موسم سرما کی آمد۔ نزلہ زکام اور کھانسی کا دور دورہ۔

سعالین کا گلاس پیک آج ہی خرید لیجیے تاکہ گھر کے ہر فرد کو بوقت ضرورت سعالین دستیاب رہے۔

بات بات سعالین۔ ”کھانسی ٹکیاں“۔ بچاؤ بھی اور علاج بھی۔

آوازِ اخلاق

قناعت، اخلاق اور ملی ضرورت ہے۔

